تحویل قبلہ

ڈاکٹر قمر زمان

ہر انسان کا ایک قبلہ ہوتا ہے یعنی نظریہ حیات ''مقصد زندگی'' ''مطمع نظر'' یا منزل مقصود جسے پانے کے لئے وہ اپنی بھر پور کوشش کرتا ہے۔

قرآن نے بھی سورۃ البقرہ کی آیات 142 سے 147 تک مسلمانوں کا قبلہ بیان کیا ہے لیکن ان آیات کو بھی ہماری مذہبی پیشوائیت نے یہودی تصورات کے زیر اثر کہانی میں بدل کر تحویل قبلہ کی مصنوعی داستان میں بدل دیا۔ اس داستان کی نفی چند جملوں میں صرف تین آیات کے حوالے سے بڑی آسانی سے ہوجاتی ہے۔

تصور کیجئے کہ رسالتماب اپنی قوم میں جو اپنے آپ کو قوم ابراھیمی کہتی تھی تشریف لاتے ہیں اور دین ابراھیمی کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہوا ہے کہ

''فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا

دین ابراھیم کی یکسو ہو کر پیروی کرو

(سورہ آل عمران آیت نمبر 85)

پھر فرماتے ہیں

وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَه

کون ہوگا جو دین ابراھیمی سے روگردانی کرے سوائے اس شخص کے کہ جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنایا ہو۔ (سورہ البقرہ آیت نمبر 130)

پھر فرمایا

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ

ابراھیم اور اس کے اصحاب میں تمہارے لئے اسوۃ ہے

(سورہ الممتحنة آیت نمبر 4)

لیکن ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز ہم یہودیوں کے قبلے کی طرف منھ کر کے پڑھیں گے۔ یعنی وہ لوگ جو پہلے سے ہی دین ابراھیمی کے دعوے دار تھے انہیں جب دین ابراھیمی کی دعوت تو دی گئی لیکن اس میں سب سے بڑی اختلاف کی وجہ جو ڈالی گئی وہ دین ابراھیمی کے قبلے کی تھی۔ جس سے ہٹا کر یہودیوں کے قبلے کی طرف موڑا گیا اور چند سال بعد واپس دین ابراھیمی کے قبلے کی طرف لایا گیا۔

یروشلم میں موجود مسجد اقصیٰ اس وقت تک موجود ہی نہ تھی جس وقت رسالتماب نے دین ابراھیمی کی دعوت دی کیونکہ ۔

(i) اسلام رسالتماب کے زمانے میں صرف انھی علاقوں تک محدود تھا جو آج سعودی حکومت میں شامل ہیں۔ فلسطین کے علاقے میں رومی حکومت تھی اور عیسائی بادشاہ کے تحت احکامات جاری ہوتے تھے۔ اور مذہبی لحاظ سے عیسائی تھے۔ فلسطین میں اسلام رسالتماب کے بہت عرصے کے بعد پہنچا۔ اسلئے مسجد اقصیٰ کا رسالتماب کے زمانے میں وجود ہی نہ تھا۔

(ii) یہودیوں کے نزدیک یروشلم میں صرف ہیکل سلیمانی تھا جو رسالتماب کے زمانے سے بہت عرصہ پہلے مسمار کیا جاچکا تھا اور اسکا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ اس جگہ کوئی ہیکل سلیمانی بھی تھا البتہ یہودی قوم کے لئے ہیکل سلیمانی اہمیت ضرور رکھتا تھا کہ سیدنا سلیمان کی تعمیر کردہ ایک ہی عمارت انکو ورثے میں ملی تھی اور اس کا حشر بھی عیسائیوں نے کر دیا تھا۔

(iii) جس عمارت کو آج مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے وہ 70 ہجری میں یعنی رسالتماب کے انتقال کے تقریباً 55سال بعد اس وقت کے اموی خلیفہ نے تعمیر کی اس لئے

اس کا ذکر بھی قرآن میں نہیں ہوسکتا۔

اب آپ سوچئے کہ اگر

(i) یہودیوں کا کوئی قبلہ تھا ہی نہیں بلکہ ہیکل سلیمانی ایک معبد تھا

(ii) جس مسجد اقصیٰ کا مسلمانوں میں چرچہ ہے وہ رسالتماب کی رحلت کے 55سال بعد وجود میں آئی۔

چناچہ جب

(iii) قرآن کی تعلیمات میں ملت ابراھیمی کو خالص کرنے کی ہدایت دی گئی تو کس طرح سے رسالتماب نے ایک غیر موجود عمارت کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہوگا۔

اور اگر انہوں نے حکم دے ہی دیا تھا تو۔

(i) سب سے پہلے اللہ نے کیوں نہ تصیح کی کہ خالص دین ابراھیمی کا قبلہ مکے میں ہے۔ ان اول بیت وضع للناس .... یقیناً پہلا گھر جو بنایا گیا وہ مکہ مبارکہ میں ہے (عمومی ترجمہ)

(ii) عربوں نے کیونکہ مان لیا جب کہ انکو اچھی طرح معلوم تھا کہ دین ابراھیمی کا قبلہ مکے میں ہے۔

(iii) عمومی ترجمے کے تحت خود قرآن بتا رہا ہے کہ ابراھیم اور اسماعیل نے اس مکے کی عمارت کی بنیادیں اٹھائیں۔

اس لئے تحویل قبلہ یعنی پہلے یہودیوں کے قبلے کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی گئی پھر مکے کی طرف منھ کر لیا گیا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے جو قرآن کے خلاف ہے۔ اس کہانی کو صرف نماز کو ثابت کرنے کے لئے گھڑا گیا۔

سورۃ البقرہ کی آیات 142 سے 147 تک اس قبلے کی تبدیلی ہے جو قوموں کی زندگی میں کسی مقصد مطمع نظر یا منزل کے حصول کے لئے کردار، اخلاق اور اعمال میں نظر آتی ہے۔

رسالتماب نے فکری تبدیلی کے ذریعے ایک اصلاحی، فلاحی اور مثالی معاشرہ قائم کر کے دکھایا جس کی بنیاد وحی پر رکھی جو رسالتماب کا قبلہ تھا جس ماحول میں وہ پیدا ہوئے اور جن اصولوں کو ان کی قوم نے قبلہ بنایا ہوا تھا اسے بدل کر وحی الہی کے اصولوں کو قبلہ بنایا جس کی بنیاد پر وہ کامیاب ہوئے اور ایسی تبدیلی لا کر دکھائی جس کا اثر آج صدیوں بعد بھی نظر آتا ہے۔

اور یہی کسی رسول کی داستان ہوتی ہے وہ اپنے معاشرے کو بدلتا ہے، استحصال ختم کرتا ہے، لوگوں کے حقوق ان کے پسینہ گرنے سے پہلے دلواتا ہے اس لئے وہ نظام وحی قائم کرتا ہے، معاشرہ کا تزکیہ کرتا ہے جسم و جان اور عقل وشعور کا تزکیہ کرتا ہے معاشرہ کی برائی کو روکنے کے لئے تربیتی نظام وجود میں لاتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں قرآن اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیات 145 اور 146 ملاحظہ فرمایئے جس میں قبلے کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے......

"وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ج وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ج وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ج وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذاً لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ط وَاِنَّ فَرِيْقاً مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ٥"

"اور اگر تم ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی ہے تمام آیات بھی لے آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلے کی اتباع نہیں کریں گے اور نہ ہی تم ان کے قبلے کی اتباع کرنے والے ہو حتی کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کی اتباع کرنے

والے نہیں ہیں۔ اور اگر تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس کے باوجود کہ تمہارے پاس وحی الٰہی آچکی پھر تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ کہ جن کو ہم نے الکتاب دی ہے وہ اس قبلے کو ایسے ہی جانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک گروہ اس حق کو چھپاتا ہے باوجود اس کے کہ ان کو اس کا علم ہے"

ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

۱) وہ لوگ جن کو الکتاب دی گئی وہ تمہارے قبلے کی اتباع نہیں کریں گے یعنی قبلے کی اتباع ہوتی ہے۔

۲) تم ان کے قبلے کی اتباع نہیں کرنے والے یعنی اہل کتاب کا بھی قبلہ تھا جس کی وہ اتباع کرتے تھے۔

۳) ان کے آپس میں بھی قبلے الگ الگ تھے اور وہ ایک دوسرے کے قبلے کی اتباع نہیں کر رہے تھے۔

یہاں رک کر ذرا غور کیجئے کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی ہم اتباع کریں گے۔ اور جس کو ہم ہمیشہ اپنے سامنے یعنی مقابل رکھیں گے۔ جسے ہم اپنے لئے قابل اتباع بنائیں گے جسے نہ صرف وہ لوگ بھی جانتے تھے جن کو اہل کتاب کہا گیا بلکہ دنیا کا ہر شخص جانتا ہے کہ اتباع کس چیز کی کیجاتی ہے؟

دیکھئے پہلی بات کہ اتباع احکامات کی کیجاتی ہے کسی اینٹ پتھر کے گھر کی نہیں۔ دین میں ہر انسان کو معلوم ہے کہ اتباع احکامات الٰہی کی کی جاتی ہے۔ احکامات الٰہی وہ اقدار ہیں جو انسانیت کے حقوق کی بات کرتے ہیں یہ امن و سلامتی کے اقدار ہوتے ہیں اگر ان احکامات و اقدار کو پامال کیا جائے تو انسانیت پر ظلم ہوتا ہے۔ اسی لئے احکامات الٰہی میں انسانی احکامات کا اشتراک ظلم عظیم قرار دیا گیا اور رسالتماب سے بھی فرمایا گیا کہ اب العلم آنے کے بعد اگر تم نے ان کی خواہشات یعنی انکے قبلے کی اتباع کی تو تم بھی ان کی

طرح ظالم ہو جاؤ گے۔

دوسری بات کہ دوسرے لوگ بھی اپنے قبلے کی اتباع کرتے تھے اور ان کا بھی صرف ایک ہی قبلہ نہیں تھا بلکہ کئی قبلے تھے۔ ہر ایک اپنے قبلے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہر شخص نے اپنا اپنا مذہب بنایا ہوا تھا۔ جس پر وہ چل رہا تھا جو ہر وقت اس کے سامنے رہتا تھا اور وہ لوگ ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے تھے۔۔۔

سب وضاحتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ قبلہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ نظریہ ہوتا ہے جس پر انسان چلتا ہے۔

دیکھئے اگر تو ان آیات میں یہود کی بات ہو رہی ہو تو ایک لمحہ کے لئے بفرض محال مان بھی لیتے ہیں کہ یہود کا قبلہ ہیکل سلیمانی تھا لیکن پھر سوال اٹھے گا کہ عیسائیت کا کون سا قبلہ ہے؟

دیکھئے نہ تو یہاں بات ہیکل سلیمانی کی ہو رہی ہے نہ ہی کعبہ کی۔ یہاں بات ہو رہی ہے ان تعلیمات کی جن پر ہر انسان چلتا ہے اور ہر انسان نے اپنی تعلیمات کو ہی قبلہ یعنی ہر وقت سامنے (مقابل) رہنے کی چیز بنایا ہوا ہے حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کس کی تعلیمات اور اقدار کہاں تک خالص الٰہی ہیں اور ان میں کتنی ان کی اپنی تعلیمات کی ملاوٹ ہے۔ ہم دوسروں کو کیوں کہیں خود اپنی تعلیمات کو دیکھ لیں کہ اس میں کتنی قرآن کی اقدار ہیں اور کتنی ہماری ملاوٹ ہے۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر 87 کا حوالہ بھی یہاں انتہائی موزوں رہے گا کیونکہ اس سورۃ میں سیدنا موسیٰ کو حکم ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں کو قبلہ بنائیں ملاحظہ فرمایئے......

"وَ اَوْ حَیْنَـآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِ کُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتاً وَّاجْعَلُوا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ o"

"اور ہم نے موسیٰ اور اسکے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ ٹھہراؤ اور صلوٰۃ قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری

سنا دو۔"

دیکھئے سورۃ یونس کی ان آیات میں موسیٰ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ مصر میں بیوت یعنی گھر بنائیں۔ اول تو یہ بات کہ کیا مصری گھروں میں نہیں رہ رہے تھے؟ جو کہا گیا کہ مصر میں گھر بنائیں یقیناً وہ گھروں میں ہی رہ رہے تھے۔

دوسری بات گھر کے لئے پھر وہی لفظ بیت کی جمع بیوت آیا ہے جو سیدنا ابراہیم کے حوالے سے ہم پہلے ہی زیر مطالعہ لا چکے ہیں یہ رہنے والے گھر نہیں تھے بلکہ یہ نظریاتی بنیاد پر بنائے گئے ادارے تھے جن کے لئے کہا گیا کہ ہر گھر اپنی جگہ ایک قبلہ بن جائے یعنی ہر گھر اپنے سامنے ایک ہی مقصد و منزل متعین کرلے جس کی حیثیت قبلے کی ہو یعنی تعلیمات الٰہی کا مینار ہو وہاں سے احکامات الٰہی کا نور پھوٹے ہمارے مفسرین اور مترجمین جب اس جگہ پھنسے تو غلط ترجمہ کرنے سے بھی گریز نہ کیا اور ترجمہ کیا کہ تمام گھر قبلہ رخ بناؤ حالانکہ ان کو بہت خوب معلوم تھا کہ اس آیت میں "بیوت مفعول بہ" ہے یعنی وہ مفعول جس پر فاعل کے فعل کا اثر واقع ہوتا ہے اور "قبلہ" "مفعول ذوالحال " ہے یعنی مفعول جو اس آیت میں لفظ بیوت ہے اس کا حال یعنی کیفیت بتا رہا ہے۔ اور بالکل سادہ سا ترجمہ ہے کہ "اپنی قوم کے لئے مصر میں بیوت یعنی نظریاتی ادارے تشکیل دو اور ہر ادارے کا حال یہ ہو کہ وہ لوگوں کے لئے قبلے کا کام کرے"

لیکن اس ترجمے سے تو بہت سارے قبلے بن جاتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی پیشوائیت کے ہاتھوں سے ایک قبلے کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور پھر تو ہر گھر ایک قبلے کی حیثیت اختیار کر جائے گا خواہ وہ ادارہ ہو یا رہنے کا گھر۔